ثروت زہرا

..........ثروت کی شاعری پہ بات کرنا بہت آسان نہیں۔ اس کی شاعری موضوعات واسلوب کے حوالے سے اپنا بیان آپ ہے۔ اسے نہ تو حاشیہ آرائی کی ضرورت ہے نہ ہی آراء کی صورت میں لکھے گئے دل پذیر الفاظ کی۔ ہر نظم پڑھی جانے کے قابل ہے۔ ابھی اس شعری سفر کو اور بھی بلند ہو کر بے شمار موضوعات کا احاطہ کرنا ہے۔ (اقتباس)

شہناز شورو

..........آشوب ذات ثروت کی شاعری کا نمایاں ترین جزو ہے۔ اپنے انوکھے تمثیلی اور استعاراتی مصرعوں کی مدد سے انہوں نے طرح طرح کی بولتی تصویریں بنائی ہیں۔ ان کی شاعری دراصل جلتی ہوا اور چار سو اندھیرے سے پرے روشنی کے اسی آسماں کی تشریح ہے۔ (اقتباس)

نجم الحسن رضوی

بے شک ثروت ایک سنجیدہ شاعرہ ہیں ان کی شاعری کو بڑے اعتماد سے دانش آمیز شاعری کہا جا سکتا ہے۔ ثروت زہرا ایک ذی شعور، ذود حس اور جذبات کی تیز رو رکھنے والی شاعرہ ہے۔

جلیل عالی

..........ثروت کے لہجے کا بانکپن اور توانائی لوگوں کو مسحر کر رہا ہے۔ مجھے ثروت کی شاعری میں جو باطنی لہجہ نظر آیا، نظموں کی Dimension نظر آئیں اور یہی حال غزل کا ہے۔ ان کی غزلیں روایت سے علیحدہ ہیں اور شاعری صاحبِ احساس خاتون کی شاعری ہے۔ (اقتباس)

تاجدار عادل

PDF BOOK COMPANY

Muhammad Husnain Siyalvi
0305-6406067
Sidrah Tahir
0334-0120123
Muhammad Saqib Riyaz
0344-7227224

# جلتی ہوا کا گیت



ثروت زہرا



حلاج پبلی کیشنز۔ کراچی

کتاب ........................ جلتی ہوا کا گیت

شاعرہ ........................ ثروت زہرا

بااہتمام ........................ حسین حلاج آغا

کمپوزنگ ........................ اُردو آرٹ انٹرنیشنل، اُردو بازار کراچی

فون: 263-2052۔

سرورق ........................ دانیال

طبع دوم ........................ اگست 2009ء

مطبع ........................ زکی پرنٹنگ پریس، کراچی

رابطہ ........................ www.sarwatzehra.com

فون نمبر ........................ 0092-21-4652181

قیمت ........................ 200/- رو

# انتساب

والدین

اور

اپنے سائیں کیلاش

کے نام

دھوپ کی اک زباں حرف نے سیکھ لی
جو بھی احساس تھا شاعری کھا گئی

مرے جذبوں کو یہ لفظوں کی بندش مار دیتی ہے
کسی سے کیا کہوں کیا ذات کے اندر بناتی ہوں

# فہرست

ہم لوگ جو خلاؤں کی وسعت میں دفن ہیں
اپنے کسی خیال کی ہیبت میں دفن ہیں

حرف لکھنا ہی نہیں کافی ہے
آؤ اب حرف مٹایا جائے

# ایک ناتمام دیباچہ

ثروت زہرا کا یہ پہلا شعری مجموعہ نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے۔ حصہ نظم میں شامل نثری نظموں کے مقابلے میں باقاعدہ نظمیں جنہیں آزاد یا عروضی نظمیں بھی کہا جاسکتا ہے، تعداد میں کم ہیں لیکن اپنی کیفیت کے اعتبار سے ان نثری اور غیر نثری نظموں میں خارجی آہنگ کے نہ ہونے یا ہونے کے علاوہ کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہ فرق بھی اس لیے محل نظر ہے کہ آہنگ طے شدہ اور مروجہ قاعدوں سے ہٹ کر بھی داخلی موسیقی کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ اس مجموعے میں یہی داخلی آہنگ دو طرح کی نظموں کو ایک طرح کی نظم بناتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یوں بھی نثری نظم کی بحث اب کافی پرانی ہوچکی ہے اور یہ نئی صنف شاعری اگر کلیتاً نہیں تو کم از کم بڑی حد تک شرفِ قبولیت پاچکی ہے۔ ہمارے ہاں اس صنف کے بارے میں تحفظات بیشک موجود ہیں لیکن وقت اپنے فیصلے کرتا ہے۔ عالمی ادب میں نثری نظم مدتوں سے لکھی جارہی ہے اور اسے نظم کا ہی نام اور مقام حاصل ہے۔ دراصل عصر حاضر کے مسائل کی پیچیدگیوں کو سمیٹنے کیلئے روایتی ہیتیں کچھ تنگ پڑگئی ہیں۔ یہ قدرے عجیب سی بات ہے کہ ہمارے ادب میں نثری نظم کو قابل قبول اور معتبر بنانے میں ہماری شاعرات پیش پیش رہی ہیں۔ انہوں نے اسے ایسے تخلیقی جوہر سے نوازا ہے کہ اس نظم کا بوٹا سا قد نکل آیا ہے۔ نسرین انجم

بھٹی ، کشور ناہید، ثمینہ راجہ اور یاسمین حمید کے ناموں میں اب ایک اور نام کا اضافہ ہورہا ہے اور یہ نام ثروت زہرا کا ہے، جس کے اس مجموعے نے نثری نظم کے لاحقے کو اور مدہم کردیا ہے۔ مجھے ایسے لگا ہے کہ عروضی اور غیر عروضی نظم میں فاصلہ کچھ اور کم ہوگیا ہے۔

ثروت زہرا کی اس کتاب کا شعری منظر نامہ آشوبِ ذات سے لیکر کائنات کے خطِ استواء (یہ ترکیب ثروت زہرا کی ہی وضع کردہ ہے) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس منظر نامے کے خدوخال نظر افروز بھی ہیں اور فکر انگیز بھی۔ نظمیں پڑھتے ہوئے آنکھوں میں تصویریں بنتی ہیں جیسے کوئی مصور ذرا جلدی میں ہو اور برش سٹروک سے کینوس پر نئے سے نیا منظر بنا رہا ہو۔ یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ منظر تو ایک ہی ہے کوئی صرف زاویے بدل بدل کر اسے دیکھ یا دکھا رہا ہو۔ ثروت زہرا اپنے شعری سفر میں اپنی آنکھ کے ہفت آئینے میں وجود، ذات، دنیا، کائنات اور اسکے مظاہرات کے کتنے ہی عکس ابھارتی ہے جو ایک دوسرے سے جدا جدا بھی ہیں اور آپس میں جڑے ہوئے بھی ہیں۔ ہر عکس میں شاعرہ کے انتہائی ذاتی مشاہدے اور تجربے کا رنگ نمایاں ہے۔ ہر نظم کسی لگی بندھی یا رواج یافتہ سوچ اور کلیشے سے آزاد نظر آتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی فکر طبع زاد اپنی دریافت کے سفر میں ہے۔

عصری شعور و آگہی اور جنون و بندگی کے داخلی کلچر کے درمیان نزاع ایک زیریں لہر کی طرح ثروت زہرا کی شاعری میں رواں دواں نظر آتا ہے یہی رویہ نہ صرف فکری اور جذباتی سطح پر بلکہ ڈکشن کے حوالے سے بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ شاعرہ نئے علم و شعور کی بڑائی اور عجز، دونوں سے آگاہ ہے اور وجودِ ذات کی حد بندیوں کا ادراک بھی رکھتی ہے۔ ملال اور اضطراب کی وہ کیفیتیں جو اس کی نظموں میں جابجا بکھری پڑی ہیں اسی آگاہی اور ادراک سے جنم لیتی ہیں، لیکن جب وہ ان کیفیتوں کا اظہار کرتی ہے

تو اس سے اس کے داخلی غم کا نکاس نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور اضافے کا سراغ ملتا ہے۔ جذبے جب اظہار پاتے ہیں تو وہ زبان و بیان بلکہ خود شاعری سے نامطمئن نظر آنے لگتی ہے۔ ذرا یہ لائنیں دیکھیے۔

شاعری حروف کی رکھیل ہوگئی ہے
جسے شعور کی ضرورتوں کے مطابق
استعمال کیا جارہا ہے

...... یا ......

شاعری۔۔ جذبوں کو لفظ سے گانٹھ کر
مار دینے کا حوصلہ ہے
جو مجھے بندگی کے نام پر دیا جارہا ہے

...... یا ......

ہمارے لہجے
جو آدھے حرفوں کی گومگو کے
سراب میں ہیں
اوران کہی میں بھٹک رہے ہیں

شاعرہ کے بہت سے سوال اور نا آسودگیاں خیال و جذبہ کی کثیر جہتی اور الفاظ کی قلیل ظرفی کی صورتحال سے پیدا ہوتی ہیں، جبکہ یقین و تشکیک کا ٹکراؤ اس صورتحال میں بے اطمینانی کی مزید شدت پیدا کرتا ہے۔ یہ طرز احساس جدید زندگی سے کئی سطحوں پر استفسار کرتا دکھائی دیتا ہے اور شدت اضطراب کی وجہ بھی بنتا ہے۔ ٹھوس اور مجرد، مرئی اور غیر مرئی کے باہمی اختلاط سے بنی ہوئی یہ جملہ نماتراکیب

ملاحظہ کیجئے۔ جائز زندگی سے چھپا کر کھولا ہوا بینک اکاؤنٹ، جنون کے بازار سے خریدی ہوئی پرفیوم کی بوتل، ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا انتظار، کائنات کا خط استواء، صراحی سے رستی ہوئی پیاس کی بو، سانس لیتی ہوئی موت، دو حرف ملنے کی صدا وغیرہ۔ یہ تراکیب نہ صرف شاعرہ کی داخلی نا آسودگی کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ اُن اُن کہی محسوسات کو گرفت میں لاتی ہیں جن کا اظہار صرف شعری زبان میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں ثروت زہرا کی غزل کے دو شعر بھی اس کے تخلیقی عمل کی غمازی کرتے ہیں۔

مرے جذبوں کو یہ لفظوں کی بندش مار دیتی ہے
کسی سے کیا کہوں کیا ذات کے اندر بناتی ہوں

---

میں جذبوں سے تخیل کو نرالی وسعتیں دے کر
کبھی دھرتی بچھاتی ہوں کبھی امبر بناتی ہوں

ثروت زہرا کا فنی رویہ بنیادی طور پر امیجسٹک یا تمثالیہ ہے۔ وہ کسی جذبے کو کمال مہارت اور سہولت کے تمثال میں اور کسی شے یا مظہر کو حسی امیج میں تبدیل کر لیتی ہیں۔ اس کی نظموں میں تمثالیں کمال کی شعریت پیدا کر کے ایک خیال یا جذبے کی زود رسی کا وسیلہ بنتی ہیں۔ نیز یہ جذب جو کہیں غم و غصے کی شدت لیئے ہوئے ہوتا ہے کسی تمثال کی عکس گری سے معتدل ہو جاتا ہے۔

تمثال سازی کا یہ جوہر ثروت زہرا کے ہاں بہت فطری ہے، بے ساختہ اور ان شاعروں سے مختلف نظر آتا ہے جو عروسہ نظم کو امیجز کے زیور سے سجاتے ہیں۔ ثروت زہرا کے امیجز اس کی شاعری کے تانے بانے میں بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر انہیں نظم سے نکال دیا جائے تو نظم کی عمارت ڈھے جائے۔

یہ شعری رویہ ایک ادبی تحریک سے جڑا ہوا ہے جو جدید سے بڑھ کر مابعد

جدید کے زمرے میں آتی ہے۔ ایک اور عنصر جو اس اشارے کو زیادہ صائب بناتا ہے وہ شاعرہ کی بعض ایسی نظمیں ہیں جن میں بند ہیئت کے بجائے کھلی ہیئت برتی گئی ہے اور یہ نظمیں کثیر المعانی ہوگئی ہیں۔

اس مجموعہ میں شامل غزلیں ایک علیحدہ مضمون کا مطالبہ کرتی ہیں۔ غزلوں کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن ان میں فکری اور اسلوبیاتی ہم مرکزیت، بحور کا تنوع، لہجے کا نیا پن اور عصری غزل سے ذرا ہٹ کر بات کرنے کا انداز قاری پر کہیں خوشگوار اور کہیں چونکا دینے والا تاثر چھوڑتا ہے۔ غزل ایک مشکل صنف سخن ہے جس میں سرخروئی دل کے پاتال میں اتر کر بھی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں ملتی۔ گوہر مراد کبھی گہرے پانیوں میں بھی نہیں ملتا اور کبھی اتھلے پانی میں ہاتھ لگ جاتا ہے۔

ثروت زہرا کی غزل کے تیور بتاتے ہیں کہ وہ غزل سے ہم کلام ہونے کیلئے گہری ریاضت سے گذری ہے اور یہ کہ وہ غزل کی روایت میں رہتے ہوئے ایک مختلف یا منفرد غزل کے امکانات کی تلاش میں ہے۔ وہ اپنی فکر اور جذبے کی سچائی کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے داخلی وارداتوں کیلئے نئے مضامین ڈھونڈ رہی ہے۔ وہ صرف مضمون آفرینی یا دکھا کے چھپانے اور چھپا کر دکھانے کی ہنروری کے عصری رجحان سے مختلف موجودہ زندگی کے بارے میں ایک مخصوص فکر کے شعری تجربے کو گرفت میں لانے کے درپے ہے۔ اس تجربے میں وہ کہاں تک سپھل ہوتی ہے اس کا ظہور شاید اگلے مجموعے میں ہی ہو۔ اس مجموعے میں ایسے اشعار کچھ کم نہیں جو فکر انگیز بھی ہیں اور حسن تغزل کی دلکشی بھی رکھتے ہیں۔

جھوٹ سے سچ تلک گماں ہی گماں<br>
اور تو دل لگا کے بیٹھ گئی

ـــــــــــ

جنونِ وصل تماشے دکھا گیا ایسے
میں آپ اپنے تماشائیوں میں بیٹھی ہوں

---

نگاہِ خاک! ذرا پیرہن بدلنا تو
وبالِ روح! مرا یہ بدن بدلنا تو

---

ایک کارِ جنوں عادتاً ساتھ ہے
عمر ساری مری بندگی کھا گئی

---

جسم کے زاویے ڈولتے رہ گئے
تشنگی روح کی تازگی کھا گئی

---

پھر آس دے کر آج کو کل کر دیا گیا
ہونٹوں کے بیچ بات کو شل کر دیا گیا

---

صدیوں کا بھوگ جسم سنبھالے تو کس طرح
جب عمر کو نچوڑ کے پل کر دیا گیا

ایسے اچھے شعری مجموعے کا ایک نا تمام دیباچہ ہی لکھا جا سکتا ہے۔

آفتاب اقبال شمیم

۲۵ر دسمبر ۲۰۰۲ء

# نظمیں

# معراج

عبد و معبود کے فاصلے توڑ کر
حسن اور نور کی
مشعلیں جل اٹھیں
روشنی
اپنی جلوہ گری کی اداؤں پہ
حیران تھی
وصل کی خوشبوئیں
فرش سے عرش تک
آنکھ مل کر اٹھیں
قاب قوسین کی
منزلوں سے پرے

سات افلاک کے راستے کاٹ کر
آ گہی اس جگہ آ گئی
جب خودی و خدا کی اُسی گفتگو سے
نئ آیتیں ڈھل اُٹھیں
شور افلاک پر
سب ملائک میں ہونے لگا ہے
آج آدم کو پھر اسکی دستار واپس ہوئی
خاتم الانبیاء ، آدمیت کا اعلیٰ نشاں
اپنے خالق سے کچھ اس طرح مل رہا ہے کہ
ٹھہری ہوئی ساعتیں
اپنی تکمیل کے خوش کن احساس میں
پھول سی کھل اٹھیں

✿✿✿

# عجائب خانہ

مرا وجود
دیکھتے ہی دیکھتے
ایک عجائب خانے میں ڈھل رہا ہے
کہ میرے لاشعور نے
آثارِ قدیمہ کی نادر عنائتوں کو
چھپا کے مجھ سے
مجھ ہی میں جمع کر دیا ہے
۔ یہاں کہیں کسی ریک میں
میرے حنوط شدہ حرف اور لمحے
پڑے ہوئے ہیں

جنہیں نجانے کونسا مسالحہ لگا دیا گیا ہے
کہ میرے جسم کی حرارت سے بھی وہ
گل نہیں رہے ہیں
۔ان الماریوں سے
مری ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے ساز کی
آواز آرہی ہے
۔یہ دیکھو اس شیلف میں
میری بچپن کی گڑیا کا
ٹوٹا ہوا جسم سو رہا ہے
کہیں میری سنگھار میز کا آئینہ
بے رنگ ہو کر چٹخ گیا ہے
مگر اب بھی !!
میرے عذاب لمحوں کا
عکس دے رہا ہے
۔کہیں کسی سرمے دانی میں
شائد کبھی میں نے اپنی آنکھ چھوڑ دی تھی
جو اس میں سے مجھے گھورتی ہے

اور میری زندگی !!
میرے زنگ آلود زیوروں میں
دب کے چیختی ہے
اور پائلوں کی آواز سے ڈر رہی ہے
ایک ٹوٹی ہوئی میری کنگھی سے
اب تک میرے بال اُلجھے ہوئے ہیں
اور کنارے پہ رکھی ہوئی
صراحی سے پیاس کی بو

رِس رہی ہے
کسی گھڑیال کی ٹوٹی ہوئی سوئی
ایک عذاب لمحے میں مرتعش ہے
اور قریب ہی
میرے جذبوں کے تالاب سے
باس اُٹھ رہی ہے
اور تماش بین،
جوق در جوق میرے عجائب خانے کو
دیکھنے کو آرہے ہیں

اِن میں سے کوئی تماش بین
اس عجائب خانے کی
سانس لیتی ہوئی موت کو
تضحیک سے دیکھ کر
نظر انداز کرتا ہوا جا رہا ہے
اور کوئی عجائبات کا شوقین
ان تمام اشیاء پہ تحقیق کر کے
اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہتا ہے
مگر انکو ڈھول میں پڑی
تاریخ کی الجھی ہوئی ڈور کا
کوئی سرا نہیں مل رہا ہے
اور میں حیران کھڑی ہوئی
اپنے اسی ایک سرے کے ملنے کی منتظر ہوں

❂❂❂

# شہر کا روزنامچہ

آج بھی حسبِ معمول
مانعِ حمل گولیوں کا اسٹاک
ادویات فروش نے دھوپ نکلنے سے پہلے
ختم کرلیا تھا،
مگر سڑک کوٹنے والی حاملہ کو
اپنا بوجھ اتارنے کے لئے
کسی کی مدد کی ضرورت نہیں پڑی
فلیٹ کی جالیوں سے
جھانکتے ہوئے "وجود"

آج پھر
درخت سے لٹکتے ہوئے
بندروں کی طرح لگ رہے تھے
اور آج بھی
انڈیکیٹر کی بتیاں کھلی رکھنے کے باوجود
گاڑیاں صحیح موڑ نہیں کاٹ سکیں
نتیجتاً
ہارن ساری دوپہر
چیختے چنگھاڑتے رہے
ہیلمٹوں اور گاڑیوں کے
بند شیشوں کے پیچھے سے
راہ گیر عورتوں کی جنبشوں سے
لطف اندوز ہوتی ہوئی ایک آنکھ
اپنا جسم توڑ کر فرار ہو رہی تھی
کہ گاڑیوں کے پہیوں تلے آ کے
کچلی گئی
ٹریفک سگنل پہ

## اندھے فقیر کی ایکٹنگ

آج پھر چاند ارنہیں لگ رہی تھی
اور تھکی ماندی ہوا
رات کے اس پہر
روزنامچہ تحریر کرنے کے بعد
شہر بھر کا انزال دھونے کے لئے
غسل کرنے جارہی تھی
مگر تھکن نے اس کا ارادہ
ملتوی کروادیا ہے
اور اب وہ ایئر فریشنر لگا کر
نئے اور تازہ دن کا
انتظار کررہی ہے

۞۞۞

## ہٹ

یہ ساحلوں کی بھربھری ریت پر
کھڑا ہوا ایک مکان تھا
جسے آپ نے اپنا سفر سپرد کر کے
ایک سرائے بنا دیا ہے
یہ ایک مکان،
یہ ایک ہٹ
جو چند سکوں کے عوض
وقت کی پیمائشوں کے مطابق
آپ کو تسکین دے رہی ہے
جو ساحلوں کی پچھاڑ دینے والی
ہواؤں سے لڑتے لڑتے

بے رنگ ہو چکی ہے
کئی جگہ سے اس کی چھت اور دیوار کا
پلستر بھی اکھڑ چکا ہے
اور اس کے دالان کے چند ایک چھپر تو
زمین کی طرف شرم سے
نگاہ نیچی کر چکے ہیں
مگر ہوا !!
متواتر اسے گالیاں دے رہی ہے
اس کی دیوار پر،
ہر آنے والے نے
اپنی یادگار ثبت کرنے کے لئے
دلوں کے درمیان اپنے نام کرید کے
اسے گھر بنانے کی کوششیں کی ہیں
مگر، محبتوں کے اعتبار کی اس کرید میں
اس کی دیوار کب کی دفن ہو چکی ہے

اس کے باورچی خانے میں، بچے ہوئے
آپ کی روٹیوں کے جھوٹے ٹکڑے
اور جھوٹے برتن لڑھک رہے ہیں
مگر اس کے چولھے کو آگ نہیں مل سکی ہے
یہاں کسی چیز کی
کوئی مستقل جگہ نہیں ہے
لہٰذا مہمان خانے سے لے کر آرام گاہ تک
بلا تمیز یہ آپ کے گیلے قدموں کی
گزرگاہ بن چکی ہے
اور اس کے کواڑ،
اجنبی دستکوں کو سہتے سہتے،
اتنا تھک چکے ہیں،
کہ اب خوف سے
خود کو بند نہیں ہونے دے رہے ہیں
مجھے تو یوں لگ رہا ہے

کہ جیسے یہ سمندروں کے خوفناک شور میں
بہت مضطرب ہے
اور بہت دور بھاگ جانا چاہتی ہے
مگر یہ شہر اور سمندر کے درمیان کے
کسی وقت میں پھنس کے
ریت کی ہو چکی ہے

❁❁❁

# خاتون خانہ

میں اپنی اولاد کے لئے
دودھ کی ایک بوتل،
اپنے صاحب کے لئے تسکین،
گھر کے لیے مشین،
اور اپنے لیے
ایک آہٹ بن کے رہ گئی ہوں
میرا گھر
جہاں مجھے رات اور دن
انتظار کے دہکتے ہوئے لمس
لپیٹ کر سونا پڑ رہا ہے

خیال کی ادھ سلی باس سے
کلائیوں کے گجرے گوندھ کر
سنگھار کرنا پڑ رہا ہے
اور تنہائیوں کے سوال
ہونٹ کی سرخیوں کی
تہوں میں دبا کر
الوداعی بوسوں کا
جواب سہنا پڑ رہا ہے
خموش ٹٹولتی ہوئی پتلیاں،
کاجلوں کی لکیروں کی جگہ سجا کر
آنسوؤں کے درمیان ہنسنا پڑ رہا ہے
میرا گھر
جہاں مجھے اشیاءِ صرف کی طرح
رہنا پڑ رہا ہے

❀❀❀

# آگہی کا جال

مرے اپنے حروف کا جال
مری روح پر تنگ ہوتا جا رہا ہے
اور اب تو مری روح کی ہڈیاں
چیخ رہی ہیں
اور سرابِ آگہی کے سامنے
سر پٹخ رہی ہیں
یہ "سکوت" کے حروف
جنہوں نے میری سماعتوں سے
شور کا لہو نچوڑ لیا ہے
یہ "روشنی" کے حروف

کہ جنہوں نے مری آنکھ کے
کانچ کے دیوں میں رکھا ہوا
تیل پی لیا ہے
یہ "ذائقے" کے حروف
جنہوں نے مری زبان کو
لبوں کے درمیان مار کر
دفن کر دیا ہے
اور یہ اضطراب
جس نے میرے پیر کی رگوں کی جگہ
سفر کی خواہشوں سے بنی ستلیاں کھینچ دی ہیں
اور یہ آگہی
جس نے مری روح کی بچی کھچی
ہڈیاں بھی سمیٹ دی ہیں

❁❁❁

# بوڑھے انتظار

جناب!
یہ نگاہیں!!
جو ایک اُجڑی ہوئی سہاگن کے
سفید ملبوس، ننگی کلائیوں پر
نگاہِ ترحّم میں ڈھل رہی ہیں
جو ایک بیوہ کے درد کو
محسوس کر رہی ہیں
جناب یہ نگاہیں!
ادھر بھی ڈالیں
جہاں عمر رسیدہ بدن میں
کنوار پن کی بو
نکلتے ہوئے دم کی طرح

اٹک گئی ہے
جہاں پہ کلائیوں کو توڑنے کے لئے
سہاگ کی کوئی نشانی بھی
نہیں ملی ہے
جہاں پہ جسم ڈھلنے کے موسموں تلک
آ گیا ہے
مگر اس کو اپنا ذائقہ نہیں ملا ہے
جہاں پہ گیلی مہندی کے انتظار میں
ہاتھ کی لکیریں چیخ رہی ہیں
اور دل سے لے کے کوکھ تک
اس قدر
خواب و احساس دفن ہو چکے ہیں
کہ اب یہ جسم
آرزو کی ایسی دفن گاہ میں ڈھل چکا ہے
جہاں عمر کی تختیاں لگی ہوئی ہیں
جہاں سیاہ زلف کے چراغ
آئینے کی لو کو تنہا جھیلتے جھیلتے

خوف سے

سفید پڑ چکے ہیں

مگر یہ عزتوں کے

جھوٹے غلاف میں لپٹے ہوئے، شجرۂ نسب

اور رسم و رواج کے محل

ابھی تلک منجمد کھڑے ہیں

اور ان کے سائے میں

ہزار ہا انتظار

بوڑھے ہو رہے ہیں

## ارتقاء

آ گہی
چند سمجھوتوں کا
لامتناہی سلسلہ ہے
جو مجھے میرے شعور کے
انعام میں دیا جا رہا ہے
زندگی !!
صرف ایک طویل ہجر کا ذائقہ ہے
جو مجھے عشق کے
الزام میں دیا جا رہا ہے
شاعری !!!!
جذبوں کو لفظ سے گانٹھ کر
مار دینے کا حوصلہ ہے
جو مجھے بندگی کے نام پر دیا جا رہا ہے

❁❁❁

# گمشدہ لمحے کی تلاش

کسی آنکھ کے پپوٹوں کے
کھلنے اور بند ہونے کے درمیان
ایک روشنی کا آسمان
اپنی چَھب دکھا کے کہیں گم ہو گیا ہے
اور میں کبھی
اپنی آنکھ کی پتلیوں کے
جاگتے ہوئے اندھیروں میں
اسے ڈھونڈتی ہوں
اور کبھی کھلی آنکھ کے قلم سے
لکھے گئے عکس میں
اسے تراشتی ہوں
مگر
وہ روشنی کا آسمان
مجھے مل نہیں رہا ہے

✿✿✿

# سیاہ چادر

سیاہ چادر!
میں تیری چپ کو
کہاں رکھوں گی؟
کہ میرے ہونٹوں نے
اڑتی چڑیوں کی چہچہاہٹ
نہیں سنی
ہے
سیاہ چادر!
میں یہ اندھیرے کہاں رکھوں گی
کہ میری آنکھوں نے
دن کی سرخی نہیں چکھی
ہے

سیاہ چادر!
میں تیری وحشت کہاں بنوں گی
کہ حبسِ جاں جو بدن کے اندر
سنور رہا تھا
وہ تیری گرمی میں
میری پوروں کو توڑتا ہے
سیاہ چادر !
میں تیرے بندھن کو کیوں سہوں گی؟
کہ جس کی لو میں
بدن کی ساری وشال گرہیں
گھٹن سے مجھ میں الجھ رہی ہیں
مجھے سیاہی سمجھ رہی ہیں
سیاہ چادر !
خیال کو اب کہاں رکھوں گی؟
کہ اُجلی صبحیں گلال شامیں
تیرے گماں کے سیاہ پردے میں چھپتے چھپتے
خموش راتوں میں ڈھل رہی ہیں

سیاہ چادر !
میں تیرے اندر کہاں رہوں گی
مرا بدن تو
ہوا کی سانسوں میں ڈولتا ہے
رتوں کے موسم میں کھیلتا ہے
سیاہ چادر !
مجھے ہوا دے
وگرنہ تیری گھٹن سے اس پل
میں مر چلوں گی
سیاہ چادر !
میں تیری چپ میں کہاں جیوں گی

❁❁❁

# سیاسی صورت حال

میرے خیال کو
جدید سیاسی رویوں کے
جراثیم لگ گئے ہیں
پچھلے سیشن میں
میرا دماغ، دل کے خلاف
عدم اعتماد کی تحریک پیش کر چکا ہے
اگلی کارروائی کے لئے دماغ
نفی اور جمع کے اندھے اصول
تلاش کر رہا ہے

اور دل محبتوں کی انوکھی دستاویز
پیش کرنا چاہتا ہے
مگر ہوا کی زبان کو،
پچھلے کئی برس سے
خوشبوؤں کا ذائقہ لگ چکا ہے
میرے تمام اعضاء بظاہر تو
دل و دماغ میں سے کسی ایک کے لئے
اپنے اپنے موقف کے دفاع میں
دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں
مگر میں جانتی ہوں
کہ دراصل یہ
حمایت کے نام پر
اپنے معیار کی بولیوں کا انتظار کر رہے ہیں
اور زندگی
اسمبلی ہال سے باہر
میڈیا کی ہر ایک جنبش پر
خوف سے تھرتھرا رہی ہے

اور اپنی پھٹی ہوئی جیب میں
اعتماد کی پرچی تلاش کر رہی ہے
مگر زندگی اور
اُس کی دھڑکنیں جانتی ہیں
کہ مزید کسی الیکشن کے لئے
ان کی پرچیاں ناکارہ ہو چکی ہیں
اور صورت حال آہستہ آہستہ
کنٹرول سے باہر ہوتی جا رہی ہے

۞۞۞

# بلیک ہول

کششِ ثقل اس رات
ایک کوئلے کو دے دی گئی
جو میری مٹھی میں
سلگ رہا تھا
اور پھر میرا وجود
میرے خوابوں کو اپنی طرف
کھینچنے لگا
مگر میرے خواب خلاء پہنے ہوئے تھے
لہٰذا آزاد کے آزاد رہے
غیر مرتعش، جمے ہوئے

مگر میرے اندرونی اعضاء
کششِ ثقل کے اثرات سے
محفوظ نہ رہ سکے
اور سب کچھ تلپٹ ہو گیا
دل و دماغ ایک دوسرے کی جگہ آ گئے
آنتیں بھوک اوڑھ کر
آنکھوں سے ابلنے لگیں
کوکھ دماغ میں Squeeze ہو گئی
پھر اچانک
کوئلہ راکھ میں تبدیل ہو گیا
لہٰذا میرے ہاتھ میں راکھ کو چند چنگاریوں
سمیت لکیروں میں دفن کر دیا۔

❁❁❁

# شیریں کا نوحہ

مجھے آج پھر
اپنے پاس سے
مردہ گوشت کی بو آرہی ہے
مری کوکھ ایک بار پھر
خون کے آنسوؤں سے
پاک کردی گئی ہے
اور ہوا سے
لوریوں کی پہلی چیخ چھین کے
میری آواز میں دفن کردی گئی ہے

میرے آسمان نے
گہری نیند سے
چونکنے کے بعد،
پھر سے آنکھ موند لی ہے
میرے فرہاد نے
اپنا عشق ثابت کرنے کے لئے
میرے جسم سے ایک
خون آلود نہر کھود لی ہے

# سائے کا اضطراب

آج تم تک پہنچ کر
تمہاری آنکھوں کے آئینوں میں جھانک کر
خود کو ٹٹولا
تو معلوم ہوا کہ
میرا جسم تو تم تک آتے آتے
کہیں بیچ رستے میں گم ہو گیا تھا
میرا دل !!
کسی اور سینے میں دبا دیا گیا تھا
میرے ہونٹ
سرخیوں کی تہوں کے نیچے
پڑے پڑے سیاہ ہو چکے تھے
میری خوشبو

جو میں تمہارے لیے لا رہی تھی
کسی پچھلے جھونکے نے
اپنے جسم میں ٹانک لی تھی
میرا خواب
اپنی رات کی کوکھ میں
غلطی سے، کسی اور کے لئے
صبح کا پہلا حرف رکھ چکا تھا
میرے قلم کی روشنائی کو
لفظ کا ایک سمندر پی چکا تھا
اور میری آنکھوں کی پتلیوں میں ناچتی روشنی کی
کسی سراب سے دوستی ہو چکی تھی
اور اب وہ شاید اسی کے ساتھ بہہ رہی ہے
سو اب تمہاری آنکھوں کے آئینوں میں
میں نہیں
صرف ایک سائے کا اضطراب
ڈولتا نظر آ رہا ہے

۞۞۞

# سروم دُکھم دُکھم

یہ کیسی اجنبی گلی میں
میرا جنون مجھ کو لے گیا ہے
میرے ہر طرف
دھند ہی دھند ہے
میرے وجود کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے
جہاں میری مانوس آواز کی
بازگشت بھی نہیں آ رہی ہے
اور میرے سوال
زمین پر پڑے ہانپ رہے ہیں

میرے حروف کی زبان
کاٹ دی گئی ہے
میرے پیر کے گرد
ایک تکون کھینچ دیا گیا ہے
جس کے زاویے مستقل جاگتے ہیں
اور میری انگلیاں
(جو اب تلک اسی تکون کی کسی لکیر کے بیچ
خود کو کریدتی رہی تھیں)
تھکن سے چور ہو کے،
کٹ کے گر چکی ہیں
اور سفر کی ابتداء سے
میرے پیچھے کھڑی ہوئی دیوار
(جو شاید اب تک میرا تعاقب کر رہی تھی)
کسی ایک جست کو جیت کر
میرے سامنے آ گئی ہے

❁❁❁

# تلاش

میں جب پیدا ہوئی
تو میرا آدھا وجود
میری نال سمجھ کر
مٹی میں دبا دیا گیا اور میں
اپنے جنم سے لے کے آج تک
اپنے گم شدہ حصے کی تلاش کر رہی ہوں
شروع شروع میں مجھے لگا
کہ میرا آدھا وجود میری ماں کی کوکھ
یا باپ کی آنکھ میں دفن ہے
مگر میری ہزار ہا کرید کے باوجود
مجھے میرا وجود نہیں ملا
پھر مجھے لگا کہ میرا وجود

غلطی سے میرے محبوب کی روح میں
گوندھ دیا گیا ہے
مگر سالہا سال کی کھوج کے بعد
خبر ملی کہ جسے میں اپنا وجود
سمجھ رہی تھی وہ تو اس کی اپنی نال تھی
جو بہت تلاش کے بعد
اس نے خود میں چھپا لی تھی
اب مجھے لگ رہا تھا
کہ میری نال میرے بچے کے وجود میں
ڈھل گئی ہے
مگر جیسے جیسے وہ بڑا ہو رہا ہے
اسے تو خود اپنی نال کی تلاش کی عادت پڑ گئی ہے
سو مجھے یقین ہے
کہ میری نال خود مجھے
میری قبر تک
تلاش کرتی ہوئی پہنچ جائے گی

❁❁❁

# اختیار بھی آزاد نہیں

میں نے روشنی سے چند اختیار لے لیے تھے
اب میرے سینے میں،
یہی اختیار، انگار بن کے
رقص کر رہے ہیں
میں نے وقت سے پیاس بجھانے کو
تھوڑا آب لے لیا تھا
اور اب مری روح پر یہی آب
آبلے کا روپ دھار رہا ہے
میں نے کسی شام سے
ایک لمس لے لیا تھا

جو اب

عجیب احساسِ زیست میں

ڈھل گیا ہے

کہ مجھے صبح سے شام کرنے کو

کوئی بات نہیں مل رہی ہے

مری حبس اور گھٹن کو بانٹنے کے لئے

کسی کو کوئی رات نہیں مل رہی ہے

خیال کو اپنی وحشتوں سے

ایک پل کو بھی

نجات نہیں مل رہی ہے

❁❁❁

# دھرتی مجھ میں رہتی ہے

یہ بے اعتباری کی دھوپ
میرے جسم کی اتنی سی حدوں میں
نجانے کہاں سے کہاں تلک کی
تمازتیں سمیٹ کر جل اٹھی ہے
مجھے لگ رہا ہے
کہ جیسے
تھر میں مینہہ کے انتظار میں ناچتے ہوئے
مور کے پیر کاٹ دیئے گئے ہوں
کہ جیسے سسّی کے پیر کے آبلوں میں سے
ناسور کی بو اٹھ رہی ہو

اور شاہ کے اعتبار کے صحیفوں کو
صرف کہانیاں سمجھ کے پڑھ لیا گیا ہو
کہ جیسے
کسی کنوار کی چنریوں پہ
ٹکے ہوئے کانچ کے آئینے
اس کے اپنے جسم میں دھنس گئے ہوں
کہ جیسے کیکٹس کے
پھول دار پودے کو بانجھ کہہ کے
کسی قبر کے کنارے لگا دیا گیا ہو
کہ جیسے ٹھنڈے جذبوں کی طرح
سرگوشیاں کرتا ہوا سندھ
مجھ میں خاموش ہو گیا ہو

❁❁❁

# صداؤں کا سمندر

میرے جسم میں
ایک صداؤں کا سمندر ٹھہر گیا ہے
یہ میری آنکھ
کسی خواب کے پیہم چٹخنے کی
گونج دے رہی ہے
میں اپنی کوکھ میں سے
خاموشیوں کے ہمکنے کی
آواز سن رہی ہوں
اور پھر!
میری انگلی کی پوروں سے
میرے حرف بہے جا رہے ہیں

میرے خون کی روانیاں
جسم کی نالیوں میں سے
کسی بپھرتی ہوئی موج کی طرح
اپنے ساحل کو پکارتی ہیں
اور میری سانس
میرے اعضاء کے بیچ سے یوں جا رہی ہے
جیسے
ویران جھاڑیوں کے درمیان سے
گزرتی ہوئی وہ ہوا ہو
جو سوکھے ہوئے زرد پتوں کے راز بانٹتی ہے
اور میں اپنے جسم کی بوسیدہ دیوار سے کان لگائے
ہر ایک صدا کو بغور سن رہی ہوں
اور شائد انہی میں بہہ رہی ہے

۞۞۞

# Disposable

میں تمہاری جیب میں پڑا ہوا
ٹشو پیپر ہوں ؟
جسے تمہارے زخم کے انتظار کے
بر آنے تلک
تمہاری جیب میں رکھا جا سکے گا
یا میں تمہارے پسندیدہ پرفیومز میں سے
کسی بھی نام سے
جنون کے بازار سے خریدی گئی
پرفیوم کی بوتل ہوں ؟
جسے تم جب چاہے لگاؤ
اور جب چاہو ڈریسنگ ٹیبل پہ
رکھے انتظار کے سپرد کر سکو گے
یا میں تمہارے شیونگ بلیڈ میں سے

کسی بھی ایک نام سے خریدا گیا
بلیڈ ہوں؟
جو فی الحال زنگ سے بچایا جا رہا ہے
اور استعمال کے بعد
اسے پھینکا جا سکے گا
یا میں تمہاری جائز زندگی سے
چُھپا کے کھولے گئے
بینک اکاؤنٹ کی چیک بک ہوں
جو تمہارے پرس کے اندرونی خانوں میں
تمہاری یادگار تصاویر کے ہمراہ
اندھیرے کاٹنے کا
شرف حاصل کر سکے گی؟
یا میں جدید حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق
پیک کیا ہوا ٹن گلاس ہوں
جو کسی وقت اور کسی مقام پر
پیاس بجھانے کے بعد
ڈسپوز آف کیا جا سکے گا

# خواب کو جیل ہو چکی

زندگی
آگ کا ایک کھیل ہو چکی ہے
جہاں سے زخم کے لئے
راکھ لی جا رہی ہے
بندگی
زمین و آسمان کی حدوں کا
میل ہو چکی ہے
جہاں سے کائنات کا
خط استواء شروع ہو جانا چاہیئے
شاعری
حروف کی رکھیل ہو چکی ہے

جسے شعور کی ضرورتوں کے مطابق
استعمال کیا جا رہا ہے
خواب کو
آنکھ کی جیل ہو چکی ہے
جہاں وہ اگلی اور پھر اگلی
پیشی کے انتظار میں
آنسوؤں کے ساتھ جھڑتے جھڑتے
اپنے انت کا انتظار کر رہے ہیں

❁❁❁

## تو کیا یہ ہو سکے گا

تو کیا !
یہ ہو سکے گا
کہ شام چہرے نہ پڑھے
اور رات خوابوں کے کواڑوں سے
کان لگا کر باتیں نہ سنے
اور میری پرائیویسی میں
دخل اندازی کرنا چھوڑ دے
تو کیا !
یہ ہو سکے گا
کہ ہوا کو
جسموں کے اندھے غار میں
ایک دن خود اپنی سانس

گھٹتی محسوس ہو

اور اس عالمِ حبس میں

سانس اپنی دھڑکن لپیٹ دے

تو کیا !

یہ ہو سکے گا

کہ لہو کی باس،

اب کے بار لباس پر نہیں

بلکہ جسم کے اندر ہی اپنا تعفن انڈیل دے

تو کیا !

یہ ہو سکے گا

کہ زمین کو اب کے بار

سورج

دن اور رات کی آنکھ مچولی کے علاوہ

کوئی اور مزیدار سا کھیل دے

تو کیا !

یہ ہو سکے گا ؟

❀❀❀

# زندگی خواب دیکھتی ہے
## (مونتاژ)

پہلا پہر:

میرے بچے نے گلی کے بچوں کے ساتھ
کھیلنے سے انکار کر دیا ہے
کہ اسے یقین ہو چکا ہے
کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی
ایجنسی کا آدمی ہے
جو اس پر نظر رکھنے کے لئے بھیجا گیا ہے
سو اسے کسی بھی لمحے
گرفتار کیا جا سکتا ہے

دوسرا پہر:

مجھے ایک پھٹا ہوا ورق ملا ہے
جو اسی کی رائٹنگ میں لگ رہا ہے
وہ لکھتا ہے
میری ماما کس قدر معصوم ہیں
مجھے بچہ سمجھ کر ٹریٹ کر رہی ہیں
اور روز روز جنوں اور پریوں کی
کہانیاں سنائے جا رہی ہیں
اور میں جان بوجھ کر
بیوقوف بن رہا ہوں
حالانکہ میں جانتا ہوں
پریاں مادھوری سے زیادہ خوبصورت نہیں
اور جنوں کے پاس
انسانوں سے زیادہ اسلحہ نہیں ہو سکتا

تیسرا پہر:

زمین کی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ
میرے ہاتھ میں ہے

جس کے مطابق
پچھلے چند برس کے دوران
عرصۂ نمو میں قتل کیا جانے والا
ایک جسم زمین کی کوکھ میں
اسی طرح پڑا ہوا زہر ہو چکا ہے
اور اس میں سے وقفے وقفے سے
خون رس رہا ہے
مگر یہ زہر میرے وجود کی
نیلی شام کے رنگ میں کیوں رنگتا جا رہا ہے

آخری پہر:
زمین اپنی حدود میں
یہاں سے وہاں تلک کھود دی گئی ہے
اور اب آسمان کا ارادہ ہے
کہ زمیں زاد اپنے سرد جسموں سے
اسے پاٹ کر پھر سے
کسی نئی زمین کی بنیاد رکھ سکیں گے

# خلاء میں لڑھکتی زمین

زمیں
بانجھ چہروں کے ہمراہ
چلتی، چلی جارہی ہے
خلاء
اپنی برفاب سی وسعتوں میں
زمانے اگلتا ہوا چل رہا ہے
سفر
زاویوں کی پناہوں میں بیٹھا ہوا
خواب میں ڈھل رہا ہے
زمیں
بانجھ چہروں کے ہمراہ
چلتی، چلی جارہی ہے
ہوا
اپنی سانسوں کے بارود میں

خواہشوں کو الٹتی ہوئی بہہ رہی ہے
زمیں
بانجھ چہروں کے ہمراہ
چلتی چلی جا رہی ہے

سمندر کی خونخوار لہریں
سفر در سفر خوف پہنے ہوئے
بھاگتی جا رہی ہیں
کبھی چاند کے
اور کبھی
جلتے سورج کے جسموں کو پی کے
کئی رنگ پھیلا رہی ہیں
زمیں
بانجھ چہروں کے ہمراہ
چلتی چلی جا رہی ہے

۞۞۞

# میرا بچہ لاکھوں میں ایک

میرے بچے
تو بھی سرکاری اسپتالوں میں
کلبلاتے ہوئے
ہزاروں اور لاکھوں بچوں میں سے ایک ہے
جنہیں مائیں
جراثیم زدہ بستروں پر
کراہتے ہوئے جنم دے رہی ہیں
اور سیلن زدہ کمروں کی
اجڑی ہوئی ہوا،
انہیں زندگی کی پہلی سانس دے رہی ہے

میرے بچے
تو بھی ان ہزاروں آوازوں میں سے ایک ہے
جنہیں سننے کے لئے
کوئی بھی زمانہ
دروازے سے کان لگائے
نہیں کھڑا ہے۔
تو بھی ان ہزاروں جسموں میں سے ایک ہے
جنہیں
جسم کی کوکھ سے زمین کی کوکھ تک کے
تسلسل میں شامل ہو جانا چاہیئے

میرے بچے
تجھے بھی زمانے کے انبوہ بے کراں میں
بے شمار ہونے کے لئے پیدا ہو جانا چاہیئے

❁❁❁

# ورثہ

زندگی کو آئینوں سے محبت
ورثے میں ملی ہے
اور آئینے میں
اس کی محبوب کا عکس منجمد کر دیا گیا ہے
زندگی
عکس کو دیکھ سکے گی
عکس کے منجمد زاویوں پر
اپنے ہونٹ رکھ سکے گی
مگر اپنے محبوب کی حرارتوں کو
چھونے کے لئے،
اسے آئینے کو توڑنا پڑے گا
لیکن زندگی کو تو
آئینوں سے محبت ورثے میں ملی ہے

# ڈرو نہیں

ڈرو نہیں
میں اپنی کوکھ کو
سنبھالنا خوب جانتی ہوں
مجھے خبر ہے
کہ خاندان، رسوائی
خوف اور معاشرہ
حفظانِ صحت کے ایسے اصول ہیں
جن سے مری کوکھ
کبھی بھی ہری نہیں ہو سکے گی
سو میں نے اپنے شعور کے DDT سے
اپنی کوکھ کو پاک کر لیا ہے
ڈرو نہیں

میں نے اسے اپنے جذبوں کی زنجیر سے
باندھ کر قید کر لیا ہے
اور داخلے کی منتظر ہر ایک دراڑ کو
سی لیا ہے
اب بھی اگر کبھی میرے وجود نے
کوکھ سے فرار ہونے کے لئے
سرنگ کھودی
تو میں اپنے جذبوں کی سرد مٹی سے
ہر دہانے کو پاٹ دیا کروں گی
میں اپنے قید خانے کی ہر صدا کو
چاند کے دو پھیروں کے بعد
نچوڑ کے پھینک دیا کروں گی
اور اگر کبھی میرے خواب و خیال نے
تمہاری حد میں ہاتھ پیر نکالنے
شروع کر دیئے تو
ہم اپنے خوابوں کا ابارشن کرا لیا کریں گے

❁❁❁

# تم مرے خواب نہیں بانٹ سکتے

تم مرے خواب نہیں بانٹ سکتے
سواب میں اپنے خواب
آئینوں کو دوں گی
اور پھر وہ آئینہ
شہر بھر میں
خود سے انجان چہروں کو
شناخت تقسیم کر سکے گا
یا پھر میں اپنے خواب
کسی ساحل کی ریت میں
دفن کر دیا کروں گی

جہاں زمین کی کوکھ
مری تعبیر کی کونپلوں کی
سایہ دار درخت بننے تلک
پرورش کر سکے گی
اور اس درخت کی شاخ
چرند و پرند کے آشیانوں کے لئے
امان بن سکے گی
یا پھر میں اپنے خواب
ہوا کی خوشبوؤں کے بیچ
جان بوجھ کر گم کر دیا کروں گی
اور پھر یہ مہک،
سہاگنوں کے گہنوں کے بیچ رہ کے
بہار کی پرورش کر سکے گی
یا پھر میں اپنے خواب شاعری میں گوندھ لوں گی
جو سماعتوں کی فصیل پار کر کے
ہر ایک دل میں
اس کے محبوب کا انتظار بن کے

جلے رہیں گے

یا اب میں اپنے خواب

کسی دریا کو سونپ دوں گی

اور پھر کوئی ہونٹ

مرے خواب چکھ کے

اپنی پیاس کو قتل کر لیا کریں گے

تم مرے خواب نہیں بانٹ سکتے

سو اب میں اپنے خواب

کسی رات کے چاند کی ٹھنڈی تمازتوں کے

سپرد کر دیا کروں گی

اور پھر طلوعِ صبح کا انتظار

کرنے والوں کے ساتھ،

مرے خواب جاگتے رہیں گے

اور خواب بانٹتے رہیں گے

❀❀❀

# مگر! کے دائرے میں یاس کا رقص

اس کوکھ سے
ایک اور شوق جنما جاسکتا تھا
مگر ہوا نے
ذائقوں میں لپٹے زردا نے
تقسیم کرنا بند کر دئے ہیں
اس ہاتھ سے
ایک اور زندہ حرف لکھا جاسکتا تھا
مگر درد نے
اپنی موم سے ہر ایک پور کا دہانہ
بند کر دیا ہے

اس آنکھ سے
ایک اور خواب دیکھا جا سکتا تھا
مگر پچھلے پردے پر
عکس کا کھیل کھیلنے والے زاویے
اپنی تمام سمتیں پوری کر چکے ہیں
اس راکھ میں
چنگاریوں کا سبز بیج بویا جا سکتا تھا
مگر وقت کی تیلیاں
جلنے سے پہلے گیلی ہو چکی ہیں
اس جبر میں
چھپن چھپائی کا پرانا کھیل
کھیلا جا سکتا تھا
مگر مصلحتوں نے ہمارے پیر باندھ کر
ہمیں ایک دائرے میں
محبوس کر دیا ہے

❀❀❀

# نیو میلنیئم

مچھلیاں
مرتبانوں سے ٹکرائیں سر
ہم
ہوا بند شیشوں میں
ٹھِٹھرا کریں
چہچہاہٹ
ریکارڈ پر چلتی ہوئی
اور پرندے
ہواؤں سے سہا کریں
پھول مصنوعی بارش میں بھیگے ہوئے

زندگی

سرف اور وم سے دھویا کریں

کانچ کی بوتلوں میں بکے روشنی

اور موسم

تمازت سے بھاگا کریں

روح اور جسم کے بیچ ہے

دھند سی

اپنے سایوں کو کس سمت ڈھونڈا کریں

اس زمیں سے خلاء تک دھواں ہی دھواں

رات کے نین کا جل کو ترسا کریں

عینکوں پر جمی گرد کی دھوپ سے

کس طرح ؟

بولیے کس طرح ؟؟

اُس کے چہرے کو دیکھا کریں

❁❁❁

# ایک اور فتح کے بعد

کلسٹر بم کے ٹکڑوں سے
مری دھرتی نئی دنیا اگائے گی

ہوا
مردہ گلے جسموں کی بو میں
لڑکھڑائے گی
ڈری سہمی ہوئی مائیں
اب اپنے وقت سے پہلے
زمانے جننا سیکھیں گی
کھلی آنکھوں میں حیرانی سمیٹے
میرے بچے
پہلی بولی،

درد سے
آہوں سے
اور چیخوں سے سیکھیں گے
بلیک آؤٹ میں بیٹھے
ایڈیسن کو شکریے کی میل بھیجیں گے
عقوبت خانوں میں بے داغ جسموں پر
زمانے چڑھ گئے
تو کیا؟
ہم ایور یوتھ کریموں سے
ہر اک سلوٹ چھپالیں گے
کلوننگ کے لئے
خلیے ملیں گے
فرد ہم پھر سے بنالیں گے
زمین یہ بجھ گئی تو کیا
نئے سیارے پر جا کے
نئی دنیا بسالیں گے

✿✿✿

# ہوائیں حاملہ ہیں

کہیں دو حرف ملنے کی صدا
اڑتی فضاؤں نے
چرالی تھی
مگر اب ساتھ اڑتی
تتلیوں سے اور پرندوں سے
نگاہیں وہ چراتی ہیں
بہاروں میں بھی اب وہ
کتنا ہولے ہولے چلتی ہیں
انہیں اب اپنی ہیئت
اپنی حالت پر
بہت تشویش ہے کیونکہ

ہوائیں حاملہ ہیں
مرے کانوں میں ان کے
درد کی آواز گونجے جارہی ہے
وہ میرے در پہ دستک دے رہی ہیں
انہیں
میری ضرورت ہے
مگر خاموش ہوں میں
اور میرے شہر کے سارے مسیحاؤں نے بھی
چپ سادھ رکھی ہے
مگر ہم سب اسی کی فکر میں ہیں
اور ہمیں اب خوف ہے کہ
اس نئی دنیا کی زچگی سے
ہمارے شہر کا کیا کچھ لٹے گا؟
ہمارے شہر کو کیا کچھ ملے گا؟

❁❁❁

# Interrogation

نام کیا ہے ترا؟؟
زندگی !!
چپ کے اس شہر میں
زندگی جرم ہے
تم پہ اس زندگی کی دفعہ لگتی ہے
کام کیا ہے ترا؟؟
بندگی !!
اس گناہوں کے بیوپار میں
میرے تھانے کے ہر کوچے بازار میں
بندگی جرم ہے
تم پہ اس بندگی کی دفعہ لگتی ہے
گھر کہاں ہے ترا؟؟

یہ سڑک یہ گلی !!
تُو ذرا دیکھ تو !
جسم پہ یہ ترے
خواب کے کتنے مہلک جراثیم ہیں
تُو تو ان کو گرا کر چلا جائے گا
اور پھر میونسپلٹی کے آنے تلک
شہر میں یہ وبا پھیل بھی سکتی ہے
تم پہ اک خواب کو بانٹنے کی دفعہ لگتی ہے
آنکھ کے روزنوں میں چھپاتا ہے کیا ؟؟
جی ـــــــ وہ ہے روشنی !!
اوہ ۔۔۔ اچھا تو تو چور ہے
تو نے سورج سے کیوں روشنی چوری کی
تم پہ دن لوٹنے کی دفعہ لگتی ہے
تم کو اب وقت کی ہتھکڑی لگتی ہے

✿✿✿

## سورج مجھے مار ڈالتا ہے

ابھی ابھی مجھے لگا
کہ جیسے میرا جسم
آگ کا پیوند بن گیا ہے
اور ہوا اپنی سوئیوں سے
اسے میری روح پر ٹانکتی جا رہی ہے
ابھی ابھی مجھے لگا
کہ جیسے میرا خیال
ایک مدفون باس بن گیا ہے
جو میری مٹی سے
باہر آنا چاہتا ہے

ابھی ابھی مجھے لگا
کہ جیسے میرا جنون
ایک شام بن گیا ہے
جو شفق کے ریشمی رومال کو
گلے سے باندھ کر
خودکشی کر لینا چاہتا ہے

۞۞۞

# خوابوں کی گرہستی

جسم کچھ نہیں خود میں
صرف چند خوابوں کا
گھر ہے اور گرہستی ہے
جس میں عمر کی ندیا
چڑھتی ہے اترتی ہے
دل جو خواب رکھتا ہے
کوکھ خواب جنتی ہے
ذہن خواب بنتا ہے
ہونٹ خواب چکھتے ہیں
آنکھ خواب چنتی ہے

ہاتھ خواب لکھتا ہے
اور پھر تو خوابوں کا
سلسلہ نکلتا ہے
کون پھر سنبھلتا ہے
ساعتوں کی مٹھی میں
تشنگی کے بڑھنے سے
جسم کے درختوں سے
خواب جھڑنے لگتے ہیں
جسم ڈھلنے لگتے ہیں
چند ایک لمحوں میں
سالوں سال گلتے ہیں
خواب اپنی قیمت میں
پوری عمر لیتے ہیں
تب کہیں پگھلتے ہیں

❁❁❁

# حرفوں کی گومگوں

ہمارے دن جو
ادھورے سورج کے ضابطے کے
اسیر ٹھہرے
ہمارے سائے جو
آدھی چھاؤں کی سبز سانسوں میں
جل رہے ہیں
ہمارے لہجے جو؟
آدھے حرفوں کی گومگوں کے
سراب میں ہیں
اور ان کہی میں بھٹک رہے ہیں

مگر ازل سے ہمارے خوابوں کو
ان کی مد میں
مکمل آنسو دیئے گئے ہیں
جو پھانس بن کر
ہماری آنکھوں کی پتلیوں پر
اٹک گئے ہیں

۞۞۞

# خواب دیکھتی ہوئی ایک رات

بہت دھیرے سے کرنوں نے
بدن اپنا لپیٹا ہے
مری نیندوں نے آنکھوں سے
گرہستی کو سمیٹا ہے
چمکتے چاند کی
ٹھنڈی تمازت نے
مرے آنگن کو سینچا ہے
یہاں اب یاد ٹھہرے گی
ابھی تو رات پگھلے گی
جنوں کی بات نکلے گی

کسی کی یاد کے جگنو کی لو
آنکھوں کی چلمن سے
ستارا بن کے چھلکے گی
ابھی تو رات پگھلے گی
جنوں کی بات نکلے گی
کسی احساس کے کڑوے نشے سے
خواہشوں کا جسم ٹوٹے گا
مرے لمحوں سے
میرا ہاتھ چھوٹے گا
کہیں تو بات بہکے گی
ابھی تو رات پگھلے گی
جنوں کی بات نکلے گی
فضا پہنے ہوئے اِک چپ کی پائل
رقص کرنے کو سرِ بازار آئے گی
فضا جو بن پہ آئے گی
تو سازوں کے کسی سُر سے
تمہاری بات نکلے گی

تو بن کے آگ پھیلے گی
ابھی تو رات پگھلے گی
جنوں کی بات نکلے گی
ابھی پچھلے پہر کی گود میں
ہم زخم پھینکیں گے
اندھیروں کی جبیں پھر
درد سے سنگھار سیکھے گی
ہم اس کا روپ دیکھیں گے
غموں کی سیج مہکے گی
ابھی تو رات پگھلے گی
جنوں کی بات نکلے گی

۞۞۞

# جلتی ہوا کا گیت

پھر ہوا

پیرہن کاٹتے کاٹتے

جسم تک آ گئی

پور سے پور تک

شام لہرا گئی

پھر ہوا

خواب کو مانگتے مانگتے

آنکھ تک آ گئی

پتلیوں سے چلی

اور ہر عکس کو
راکھ پہنا گئی
پھر ہوا
پیاس کو بانٹتے بانٹتے
ہونٹ تک آ گئی
پپڑیوں سے اکھڑتی چلی
جام چھلکا گئی
پھر ہوا
آگ کو پھانکتے پھانکتے
اس قدر جل گئی
روح سے جسم تک
آگ پھیلا گئی
پھر ہوا

٭٭٭

# کونج کرلاتی ہے

سنا ہے
کل رات کے شامیانے
ہجر کے ایک سفیر کے بین سنتے سنتے
صبح کی زمین پر گر گئے تھے
اور سب سو رہے تھے
سنا ہے
کل رات روشنی کی لو سے
ہمارے آنچل نے آگ لے لی
اور پھر جسم کے تمام زاویے
بندِ قبا کی قید میں جل گئے تھے

اور سب سو رہے تھے

سنا ہے
کل رات
ایک ساعتِ سر بریدہ کو
شورِ ماتم کا وہ حوصلہ مل گیا تھا
کہ سماعتوں نے اپنے کواڑ
خوف سے بند کر لیئے تھے
اور سب سو رہے تھے

سنا ہے
کل رات
فاصلوں نے فاصلوں کی ریت کو
پی لیا تھا
اور خوشبوؤں کے فاصلے
پاٹتے ہوئے راستے
موت کا زہر ہو گئے تھے
اور سب سو رہے تھے

سنا ہے

کل رات
حروف نے اپنی تمازتوں سے
ذہن کورا کھ کر دیا تھا
اور پھر تلخی انجام دیکھ کر
حرف اپنے آپ سے ڈر گئے تھے
اور سب سو رہے تھے

سنا ہے
کل رات
خدا کو خدائی کے الزام میں
لوگ شہر بدر کر رہے تھے
اور بندگی کے شرف میں
ہم آپ سنگسار ہو رہے تھے
اور سب سو رہے تھے

❁❁❁

# سورج کب تک رقص کرے گا

یہ خالی دن۔
ڈھول کے جیسا بجتا ہے
اور اپنی آس پہ ہنستا ہے
یہ جیون تو
پیاس کے جیسا اگتا ہے
اور ان ہونٹوں پر
دور تلک چٹختا ہے
یہ تنہا غم دھیمے دھیمے روتا ہے
اور پھر صدیوں میں ڈھلتا ہے

❁❁❁

# آؤ کہ اعترافِ شکست کریں

یہاں آؤ مرے دل
آؤ! میرا ہاتھ تھامو
آج میں اور تم
یہاں تنہائیوں کے ساتھ
اپنے سب دکھوں کا جشن رکھیں گے
ہوا کی چادروں کو کاٹ کر
دکھ کے کئی دھاری فسانے
آج اس انداز اچھلیں گے
فضا سے کچھ نرالے ساز نکلیں گے

یہاں آؤ مرے دل
اس قدر چپ چاپ تم کیوں ہو؟
تمہیں تو ان مکانوں میں اُگے
پر ہول سناٹے کی رت کیساتھ چلنا ہے
یہاں آؤ مرا تم ساتھ دو کہ
اب یہاں جذبے نہیں
یادوں کا سب سامان رکھیں گے
یہاں آؤ مرے دل
آج میں اور تم
خود اپنے ہاتھ سے گودے گئے
سب حرف کھودیں گے
پھر اپنے مول کے بازار کی تاریخ لکھیں گے
ہر اک لمحے میں ٹھہرا وقت چکھیں گے
یہاں آؤ کہ بہلاووں کے جتنے پیراہن
ہم نے یہاں تک باندھ رکھے ہیں
انہیں اک ایک کر کے آج کھولیں گے
اور اپنے زخم سے رِستے ہوئے

اس خون کو اک روز رکنے کے لئے
سیلاب کر دیں گے
یہاں آؤ مرے دل
آج احساسِ ندامت
اعترافِ جرم کو دے دیں
کہیں ہم کھل کے،
کہ میں نے تمہیں،
اور تم نے مجھ کو مار ڈالا ہے
یہاں آؤ مرے دل ـــــ

۞۞۞

# اپنی ہمزاد کے لیے

یہ مرے روبرو کون ہے؟
جسم و جاں چیتھڑے کرنے والی مری جاں
تو مری کون ہے؟؟؟
تیری آہیں مری تیری چیخیں مری
تیرے زخموں کی آہٹ مرے جسم پر
درد سہہ کے مجھے زندگی دینے والی مری جاں
تو مری کون ہے؟
جبر تجھ کو ملے خوف اس کوکھ میں
ہجر تو نے پیئے زہر اس سوچ میں
ریسماں باندھ کر پنکھڑی دینے والی مری جاں
تو مری کون ہے؟؟؟

تو سحر کی وہ بانکی ادا جس کو دن کھا گیا
وہ مرے دل کی اجڑی دعا جس کو دل ڈھا گیا
رات دن سرد لمحوں کے تیزاب میں گلنے والی مری جاں
تو مری کون ہے؟؟
تو پگھلتی رہی
آگ اس دل میں جلتی رہی
حرف ڈھلتے رہے شام ہاتھوں کو ملتی رہی
رقص کر کے مجھے آبلے دینے والی مری جاں
تو مری کون ہے؟؟؟

# Dialectic

عجیب سلسلۂ جستجو ہے
جہاں سے ختم ہو رہا ہے
وہیں پہ ایک اور کچھ شروع ہے
عجیب سلسلۂ جستجو ہے
مرے راستے منزلیں مانگتے ہیں
اور مری منزلوں کو راستوں کی آرزو ہے
عجیب سلسلۂ جستجو ہے
مجھے میرا آب مانگتا ہے
اور مری پیاس جو بہ جو ہے
عجیب سلسلۂ جستجو ہے
مری زندگی مجھے قتل کر رہی ہے
اور مری موت کو زندگی کی آرزو ہے
عجیب سلسلۂ جستجو ہے

❁❁❁

# محبت کی موت پر ـــــــ

یہ کیسا شہر ہے جس میں
ہر اِک بے مول جذبہ
جسم کی صورت میں بکتا ہے
کچھ ایسے کہ کسی دل میں
حسیں جذبوں کی کونپل پل نہیں پاتی
محبت کی کوئی بھی فصل دھرتی بو نہیں پاتی
یہ کیسا شہر ہے جس میں
کئی معصوم جذبوں کے
خریداروں کی ان کے فن سے عزت ہے
لگائی بولیوں کے حرف کی
ہر گھر میں شہرت ہے

یہ کیسا شہر ہے جس میں
خدا بندے سے اس کی بندگی کی
سب ادائیں چھین لیتا ہے
خراج عشق میں ہر ایک ہم سے
اپنی مرضی کا کوئی بھی دین لیتا ہے
یہ کیسا شہر ہے جس میں
ادھورے اور لا حاصل فسانے
زندگی کی شام لکھتی ہے
دھنسے پیروں کی الجھی چاپ
ہر اک گام لکھتی ہے
ہمیں خود پیاس دے کر
ہم کو تشنہ کام لکھتی ہے
یہ کیسا شہر ہے جس میں
شکستہ پائی کے پل میں
اگلتی بوسے،
ہر احساس کا پیکر پگھلتا ہے
بہت ہمراہیوں کے ساتھ بھی

تنہائیوں کا راگ پلتا ہے
وفا کا نام کیا؟؟
اور جب محبت کچھ نہیں تو
کون کس کے ساتھ چلتا ہے؟

❁❁❁

# ہندسوں میں کھویا انسان

جیون ہے جب ہندسوں جیسا
وقت ہے گننا جیسے پیسہ
ہم بھی اس جیون کے سکّے
لمحوں کو تقسیم کریں گے

الفت کو ہم ضرب لگالیں
اور نفرت کا جذر نکالیں

مثبت اور منفی سوچوں سے
سپنوں میں ترمیم کریں گے
لمحوں کو تقسیم کریں گے

ہفتے بھر میں پیار کے گھنٹے
آدھے اِس کے آدھے اُس کے

باقی دن اک یاس میں سسکے
پیاسوں کی تعظیم کریں گے
لمحوں کو تقسیم کریں گے
دل کو سمجھا ہندسوں جیسا
قصہ اپنا کہنے جیسا
وعدہ کل اور پرسوں جیسا
جذبوں کو دو نیم کریں گے
لمحوں کو تقسیم کریں گے

# یہ کویتا میری سوتن ہے

اے میری سکھی کیا تجھ سے کہوں
میرے ہر گھر کے رستے سے
پہلے اس کا گھر پڑتا ہے
اس میرے سونے آنگن میں
جب ساجن آنے لگتا ہے
میں جانوں اس کی آہٹ پر
یہ اپنے کواڑ بجاتی ہے
اور مجھ کو خوب جلاتی ہے
یہ کویتا میری سوتن ہے
ان حرفوں کے اور باتوں کے
کچھ ایسے جال یہ بنتی ہے
ساجن آئے مجھ سے ملنے
اور یہ اس سے مل جاتی ہے

میں اپنے گھر کے جھروکوں سے
بس اس کو تاکا کرتی ہوں
اور خود میں کڑھتی رہتی ہوں
یہ کویتا میری سوتن ہے

یہ میرے سپنوں خوابوں کو
جو سارا دن میں چنتی ہوں
ساجن کے آنے تک
کاغذ کو بانٹ کے جاتی ہے
اور مجھ کو خوب جلاتی ہے
یہ کویتا میری سوتن ہے

جب جذبے برکھا لاتے ہیں
تو میرے سنگھار سے پہلے ہی
میرے اس مسّی کاجل سے
لفظوں کو رنگ پلاتی ہے
ساجن کو چھب دکھاتی ہے
اور مجھ کو خوب جلاتی ہے
یہ کویتا میری سوتن ہے

# بنتِ حوّا

بنتِ حوّا ہوں میں یہ مرا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے
میں تماشا نہیں اپنا اظہار ہوں
سوچ سکتی ہوں سو لائق دار ہوں
میرا ہر حرف ہر اک صدا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے

مجھ میں احساس کیوں ہو کہ عورت ہوں میں
زندگی کیوں لگوں ؟ بس ضرورت ہوں میں
یہ مری آگہی بھی مرا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے

میرا آنچل جلے اور میں چپ رہوں !!
ظلم سہتی رہوں اور میں چپ رہوں
جانتی ہوں مرا بولنا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے
میرے جذبے رہیں دل کے زندان میں
میری گستاخیاں آپ کی شان میں !!
آپ کا ذکر بھی تو بڑا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے

❁❁❁

## تھرڈ ورلڈ میرا ہے

جیب کے لفافوں میں
چند خواب ادھڑے سے
روح کی طنابوں میں
چند سانس سہمے سے
راکھ ہوتی آنکھوں میں
خون رنگ ٹھہرا ہے
تھرڈ ورلڈ میرا ہے

گودیوں میں ماؤں کی
خوف کی یہ چیخیں بھی

ساتھ ساتھ پلتی ہیں
زندگی کی ڈیوڑھی پر
کچھ سوالیہ آنکھیں
ایڑیاں رگڑتی ہیں
کیا کہوں کہ میرا ہے
تھرڈ ورلڈ میرا ہے

ہاتھ کی لکیروں میں
بھوک بین کرتی ہے
شام کل کے سورج کے
خوف سے ٹھٹھرتی ہے
چار سو اندھیرا ہے
تھرڈ ورلڈ میرا ہے

دھڑکنوں کی اس لے پر
موت رقص کرتی ہے
روز درد جیتا ہے
روز آس بجھتی ہے
کس طرف سویرا ہے
تھرڈ ورلڈ میرا ہے

جھریوں کے بیچوں بیچ
خواب سینتے جاتا ہوں
لاش ہے یہ تن میرا
جس کو کھینچے جاتا ہوں
چند بند گلیاں ہیں
جن میں میرا ڈیرا ہے
تھرڈ ورلڈ میرا ہے

# گھڑی کی تال پر لکھا گیت

زندگی تماشے میں
ایک پار روشن دن
ایک پار راتیں ہیں
درمیاں بہاؤ ہے
جس کے پاس گھاتیں ہیں
یہ ندی سیانی سی
موت ہو کے بہتی ہے
ایک طرف کو بھاری ہے
ایک طرف سے ہلکی ہے
اس میں نبض ضم ہو کر
سانجھ رت کو سہتی ہے

صبح میں زمانے کے
سبز رنگ رہتے ہیں
رات میں اماوس کے
زاویے پگھلتے ہیں
اس طرف کو دھڑکن سے
زندگی امنڈتی ہے
اس طرف خموشی سے
روح سانس لیتی ہے
ہم نے تم نے ندیا کو
پار کر کے جانا ہے
جسم بیچ ندیا کے
سانجھ میں گھلانا ہے
جسم کی ڈلی جب
بھی برف ہو کے پگھلے گی
روح پار اترے گی
خواب بن کے پھیلے گی

❁❁❁

# غزلیں

سحر سے شام تک وحشت چلی ہے
تھکن سے وقت کی لو ٹوٹتی ہے

مری مٹی کو اب ہے ریت ہونا
سوالِ ذات سے الجھی کھڑی ہے

ہماری روح اب کشکول بن کے
گداؤں کا مقدر مانگتی ہے

ہوا سانسوں کے پیراہن میں آ کے
کئی زخموں کے ٹانکے کھولتی ہے

خموشی کا عجب دریا رواں ہے
ہماری چاپ ہم پر چونکتی ہے

حیرانی حیات کا حاصل ہے تو کہ میں
حبسِ جنونِ ذات کی منزل ہے تو کہ میں

جس نے مرے یقین کا پیمانہ بھر دیا
اس اک گمانِ ذات میں شامل ہے تو کہ میں

اب کے خدا و بندہ مجھے ایک سے لگیں
اس الکتاب عشق کا سائل ہے تو کہ میں

ایسا سکوت ہے کہ مجھے موت سا لگے
ہنگامہء حیات کا قاتل ہے تو کہ میں

کس کی نظر نے حسن کو آئینہ کردیا
حسنِ نظر کی گھات کا گھائل ہے تو کہ میں

کیا ابتداء کروں کہ مری انتہا ہے تو
لیکن مرے کمال میں کامل ہے تو کہ میں

میں میں نہیں رہی ہوں کہ تو تو نہیں رہا
میں کے اسی سوال سے غافل ہے تو کہ میں

جسموں کے درد ہم نے سنبھالے جدا جدا
ہاں جاں گنی میں روحِ مداخل ہے تو کہ میں

❁

تمہارے منتظر یوں تو ہزاروں گھر بناتی ہوں
وہ رستہ بنتے جاتے ہیں کچھ اتنے در بناتی ہوں

جو سارا دن مرے خوابوں کو ریزہ ریزہ کرتے ہیں
میں ان لمحوں کو سی کر رات کا بستر بناتی ہوں

ہمارے دور میں رقاص کے پاؤں نہیں ہوتے
ادھورے جسم لکھتی ہوں خمیدہ سر بناتی ہوں

سمندر اور ساحل پیاس کی زندہ علامت ہیں
انہیں میں تشنگی کی حد کو بھی چھوکر بناتی ہوں

میں جذبوں سے تخیل کو نرالی وسعتیں دے کر
کبھی دھرتی بچھاتی ہوں کبھی امبر بناتی ہوں

مرے جذبوں کو یہ لفظوں کی بندش مار دیتی ہے
کسی سے کیا کہوں کیا ذات کے اندر بناتی ہوں

✿

آئینے کو بجھا کے بیٹھ گئی
زندگی ڈگمگا کے بیٹھ گئی

کیا پتہ کب ہمارے آنگن میں
آس کنڈلی لگا کے بیٹھ گئی

جھوٹ سے سچ تلک گماں ہی گماں
اور تو دل لگا کے بیٹھ گئی

خوف کی یہ ادا کسی پل میں
دل میں آنچل بچھا کے بیٹھ گئی

دل کی یہ آگ سرد کرنے کو
اپنی دنیا جلا کے بیٹھ گئی

جب آہ بھی چپ ہو تو یہ صحرائی کرے کیا
سر پھوڑے نہ خود سے تو یہ تنہائی کرے کیا

گزری جو ادھر سے تو گھٹن سے یہ مرے گی
حبسِ دلِ وحشی میں یہ پُروائی کرے کیا

کہتی ہے جو کہنے دو یہ دنیا مجھے کیا ہے
زندانیِ احساس میں رسوائی کرے کیا

ہر حسن و ادا دھنس گئی آئینے کے اندر
جب راکھ ہوں آنکھیں تو یہ زیبائی کرے کیا

وہ زخم کہ ہر لمس نیا زخم لگے ہے
بیمارِیِ ادراک، مسیحائی کرے کیا

پل بھر کو یہ سودائے جنوں کم نہیں ہوتا
شہروں کے تکلف میں یہ سودائی کرے کیا

دل نے گلاب رات سے اپنا بھنور لیا
جب کچھ سمجھ نہ پایا تو چپ چاپ مر لیا

آسانیِ حیات خلاؤں میں ڈھونڈ لی
یعنی جنونِ ذات کو ایمان کر لیا

کیا خاک سہہ سکے گی ہمیں ہم ہوا میں ہیں
خوابوں کی اس زمین پہ لینے کو گھر لیا

اب کیا سنگھار گوندھنے نکلے گی یہ صبا
چہرہ تمہارے عکس میں پہروں سنور لیا

دھڑکن ہے یا مہک کی کوئی خواب گاہ ہے
سانسوں نے خوشبوؤں سے یہ پیمانہ بھر لیا

ہزار ٹوٹے ہوئے زاویوں میں بیٹھی ہوں
خیال و خواب کی پرچھائیوں میں بیٹھی ہوں

تمہاری آس کی چادر سے منہ چھپائے ہوئے
پکارتی ہوئی رسوائیوں میں بیٹھی ہوں

ہر ایک سمت صدائیں ہیں چپ چٹخنے کی
خلاء میں چیختی تنہائیوں میں بیٹھی ہوں

نگاہ و دل میں اُگی دھوپ کو بجھاتی ہوئی
تمہارے ہجر کی رعنائیوں میں بیٹھی ہوں

جنونِ وصل تماشے دکھا گیا اتنے
میں آپ اپنے تماشائیوں میں بیٹھی ہوں

ہر ایک خواب سو گیا خیال جاگتے رہے
جواب پی لیے مگر سوال جاگتے رہے

ہماری پتلیوں پہ خواب اپنا بوجھ رکھ گئے
ہم ایک شب نہیں کہ ماہ و سال جاگتے رہے

گزار کے وہ ہجرتیں عجیب زخم دے گئیں
ملے بھی اُس کے بعد پُر ملال جاگتے رہے

بس ایک بار یاد نے تمہارا ساتھ چھولیا
پھر اس کے بعد تو کئی جمال جاگتے رہے

کمال بے کلی سہی عجیب رت جگے کئے
ہمارے جسم نیند سے نڈھال جاگتے رہے

کوئی جواز ڈھونڈتے خیال ہی نہیں رہا
تمام عمر یونہی بے خیال جاگتے رہے

تنہائی نے پھر بزم سجا لی ہے تو کیا ہے
چپ نے جو کہیں آگ جلالی ہے تو کیا ہے

لو خاک نشینانِ بیابان چلے پھر
منزل نے مری پیاس بجھالی ہے تو کیا ہے

شاید رگِ جاں توڑ کے نکلی ہے تمنا
خوابوں نے کوئی بزم سجالی ہے تو کیا ہے

پھر عکس بجھا جاتا ہے سورج کی ضیاء سے
آئینہ سے وہ دھول ، اٹھالی ہے تو کیا ہے

میں بھول بھلیوں میں کہیں گھوم رہی ہوں
دل نے کوئی دیوار گرالی ہے تو کیا ہے

مِنّت کشِ احساس کہاں چین ملے گا
مَنّت مری صدیوں نے بڑھالی ہے تو کیا ہے

مہندی کا کوئی رنگ ذرا دن نہیں ٹھہرا
مٹھی میں وہی خاک سجالی ہے تو کیا ہے

مجھ میں ہی مری روح بھٹکتی ہے تو کب سے
آوارگیِ شام سنبھالی ہے تو کیا ہے

۞

خالی خالی رستوں پہ بے کراں اداسی ہے
جسم کے تماشے میں روح پیاسی پیاسی ہے

خواب اور تمنا کا کیا حساب رکھنا ہے
خواہشیں ہیں صدیوں کی عمر تو ذرا سی ہے

راہ و رسم رکھنے کے بعد ہم نے جانا ہے
وہ جو آشنائی تھی وہ تو ناشناسی ہے

ہم کسی نئے دن کا انتظار کرتے ہیں
دن پرانے سورج کا شام باسی باسی ہے

دیکھ کر تمہیں کوئی کس طرح سنبھل پائے
سب حواس جاگے ہیں ایسی بدحواسی ہے

زخم کے چھپانے کو ہم لباس لائے تھے
شہر بھر کا کہنا ہے یہ تو خوں لباسی ہے

❁

کیا ملا دائرہ بدلنے سے ؟
ساعتوں کی سزا بدلنے سے ؟

کچھ ملا تھا دعا بدلنے سے
جو ملے گا خدا بدلنے سے

میں کہوں یا کہ آپ کہہ دیں گے؟
بات کو کیا صدا بدلنے سے

حبسِ جاں کم نہیں ہوا ہے کبھی
صرف آب و ہوا بدلنے سے

زہر تو پھر بھی زہر رہتا ہے
کیا ہوا ذائقہ بدلنے سے

پھر آس دے کے آج کو کل کر دیا گیا
ہونٹوں کے بیچ بات کو شَل کر دیا گیا

صدیوں کا پھوگ جسم سنبھالے تو کس طرح
جب عمر کو نچوڑ کے پل کر دیا گیا

اب تو سنوارنے کے لئے ہجر بھی نہیں
سارا وبال لے کے غزل کر دیا گیا

مجھ کو مری مجال سے زیادہ جنوں دیا
دھڑکن کی لے کو سازِ اجل کر دیا گیا

کیسے بجھائیں کون بجھائے بجھے بھی کیوں
اس آگ کو تو خون میں حل کر دیا گیا

ثواب کی دعاؤں نے گناہ کردیا مجھے
بڑی ادا سے وقت نے تباہ کردیا مجھے

منافقت کے شہر میں سزائیں حرف کو ملیں
قلم کی روشنائی نے سیاہ کردیا مجھے

مرے لئے ہر اک نظر ملامتوں میں ڈھل گئی
نہ کچھ کیا تو حیرتِ نگاہ کردیا مجھے

خوشی جو غم سے مل گئی تو پھول آگ ہو گئے
جنونِ بندگی نے خود نگاہ کردیا مجھے

تمام عکس توڑ کے مرا سوال بانٹ کے
اِک آئینے کے شہر کی سپاہ کردیا مجھے

بڑا کرم حضور کا سنا گیا نہ حال بھی
سماعتوں میں دفن ایک آہ کردیا مجھے

۞

تلخیء جام ڈولنے جیسی
تشنگی ہونٹ کھولنے جیسی

اس قدر شور روح میں برپا
خامشی میری بولنے جیسی

ساعتِ شوق بوگیا ہے کوئی
خون میں زہر گھولنے جیسی

لو یہ اُمید پھر جگاتی ہے
ایک آہٹ ٹٹولنے جیسی

خواب اور خواہشوں کی قسمت ہے
خالی رستوں پہ رولنے جیسی

دامن تک آ گیا ہے سفر کوئے یار کا
کتنا طویل دن ہے مرے انتظار کا

توڑے کوئی تو ساعتِ پیہم کی دھڑکنیں
یہ درد اب نہیں ہے مرے اختیار کا

اتنا جلی کہ سارے زمانے جھلس گئے
آؤ کبھی بجھاؤ دیا اعتبار کا

میرے سوال چاٹ گئے میرے ذائقے
اب ایک سا مزا ہے خزاں کا بہار کا

اس زندگی کے خوف سے خود موت مر گئی
کیا خاک مر سکیں گے ؟ گیا شوق دار کا

۞

ایک چپ کھائے گئی ہے مجھ کو
آگہی ڈھائے گئی ہے مجھ کو

زندگی میرے سنورنے کے لئے
درد پہنائے گئی ہے مجھ کو

بے خودی آپ تلک لائی تھی
سو وہی لائے گئی ہے مجھ کو

آپ نے راکھ کیا اڑنے کو
خاک دفنائے گئی ہے مجھ کو

میرے ادراک کی مجبوری سے
بات بہلائے گئی ہے مجھ کو

چاند اس طور سے اترا شب میں
رات گہنائے گئی ہے مجھ کو

۞

سوال اندر سوال لے کر کہاں چلے ہو !
یہ آسمانِ ملال لے کر کہاں چلے ہو!

جنوں کے رستے میں یہ خودی بھی عذاب ہوگی
خرد کا کوہِ وبال لے کر کہاں چلے ہو

کہاں یہ کھولو گے درد اپنا کسے کہو گے
کہیں چھپاؤ یہ حال لے کر کہاں چلے ہو

نہا رہے ہو عذابِ ہجراں کی بارشوں میں
ذرا سی گردِ وصال لے کر کہاں چلے ہو

سراب پینے کی آرزو ہے تو خواب دے دو
سفر میں خواب و خیال لے کر کہاں چلے ہو

چلے ہو جب تو ہمارے موسم بدل چکے ہیں
سنو! یہ میرے وبال لے کر کہاں چلے ہو

۞

کانچ کے پیرہن روشنی کھا گئی
رات کو اس کے دن کی خوشی کھا گئی

ایک کارِ جنوں عادتاً ساتھ ہے
عمر ساری مری بندگی کھا گئی

جسم کے زاویے ڈولتے رہ گئے
تشنگی روح کی تازگی کھا گئی

تلخیٔ ذہن نے خواہشیں ماند کیں
اور معصومیت آگہی کھا گئی

دھوپ کی اِک زباں حرف نے سیکھ لی
جو بھی احساس تھا شاعری کھا گئی

زمین سے خلاؤں تک ابل رہی ہے زندگی
مرے کسی سراب میں سنبھل رہی ہے زندگی

خیال ٹوٹنے لگے نظر سے خواب جھڑ گئے
مگر اس ایک لمس میں پگھل رہی ہے زندگی

کبھی کے ہم چلے ہوئے رکے نہیں صداؤں سے
مگر یہ کیا کہ راستے بدل رہی ہے زندگی

ادھیڑنے لگے بھی وہ سوال کائنات کے
یہاں اسی سوال پر مچل رہی ہے زندگی

کبھی تو دفن ہو گئے کہیں پہ راکھ کر دیا
نہ جانے کس لباس میں ہے چل رہی ہے زندگی

سفر کے اضطراب کو لگا کے آگ چل دیے
مگر اس آگ میں ابھی بھی پل رہی ہے زندگی

۞

حروف کھاؤ گے میاں !
طلب سناؤ گے میاں !

ہمیں بھی جوڑنے لگے
کسے گھٹاؤ گے میاں !

تمہارے نام زخم ہیں
کہاں پہ جاؤ گے میاں !

سفر کے اضطراب سے
سفر کو پاؤ گے میاں !

سلگ رہے ہو آپ میں
کسے بجھاؤ گے میاں !

جنونِ بندگی سنبھل
خدا گنواؤ گے میاں!

لہو کے ڈھانپنے کو بھی
لہو اوڑھاؤ گے میاں

وقت بھی اب مرا مرہم نہیں ہونے پاتا
درد کیسا ہے جو مدہم نہیں ہونے پاتا

کیفیت کوئی ملے ہم نے سنبھالی ایسے
غم کبھی غم سے بھی مدغم نہیں ہونے پاتا

میرے الفاظ کے یہ ہاتھ بھی شل ہوں جیسے
ہو رہا ہے جو وہ ماتم نہیں ہونے پاتا

دل کے دریا نے کناروں سے محبت کر لی
تیز بہتا ہے مگر کم نہیں ہونے پاتا

اتنا مل لیتا ہے ازراہ تکلف ہی سہی
کوئی موسم مرا موسم نہیں ہونے پاتا

قطرہ قطرہ بکھر رہا ہے کوئی
بس کرو ہجر ! مر رہا ہے کوئی

کوئی اب کس طرح بتائے اسے
تجھ سے امید کر رہا ہے کوئی

اپنے زخموں کی بدمزاجی میں
پپڑیوں سا اکھڑ رہا ہے کوئی

گرد ہوتی ہوئی صداؤں سے
خامشی سے نتھر رہا ہے کوئی

اپنی سانسوں کے خالی برتن میں
مستقل پیاس بھر رہا ہے کوئی

دیکھ چہرہ بگڑ نہ جائے کہیں
بے تحاشہ سنور رہا ہے کوئی

۞

ہم لوگ جو خلاؤں کی وسعت میں دفن ہیں
اپنے کسی خیال کی ہیبت میں دفن ہیں

کتبے نہیں چراغ نہیں روشنی نہیں
سانسوں کے زیر و بم میں سماعت میں دفن ہیں

راتیں لپیٹتے ہیں کسی تاگ کی طرح
الجھے ہوئے دنوں کی تمازت میں دفن ہیں

جسموں کے بوجھ روح سنبھالے تو کس طرح
ہم ایک کوئے درد و ملامت میں دفن ہیں

صدیاں سفر میں اور وہیں پر کھڑے ہوئے
کچھ ساعتوں کے کشف و کرامت میں دفن ہیں

۞

نگاہِ خاک ! ذرا پیراہن بدلنا تو !
وبالِ روح مرا یہ بدن بدلنا تو !

حقیقتوں کے سفر میں بہت اکیلی ہوں
مجازِ عشق ! ذرا بانکپن بدلنا تو

جنوں کے بوجھ سے تھکنے لگا زمان و خلاء
غریبِ شوق ذرا پھر وطن بدلنا تو

نیا ملے تو کوئی ذائقہ تمنا کو
دلِ تباہ مری یہ جلن بدلنا تو

سلگ رہی ہوں ابھی بھی مگر مزا ہی نہیں
سرابِ ناز غموں کی اگن بدلنا تو

فکر سے کسی کو بھی ماورا نہیں کہتے
بندگی کے طالب کو ہم خدا نہیں کہتے

اپنے اپنے حصے کی ہم شکست کھاتے ہیں
جیت جانے والے کو بے وفا نہیں کہتے

جو کسی کی منزل ہے وہ کسی کا راستہ ہے
سو کسی بھی حاصل کو انتہا نہیں کہتے

عمر کی مسافت بھی جاننے کو تھوڑی ہے
دوستوں کو بھی اکثر آشنا نہیں کہتے

مارے جانے والوں کی قیمتیں نہ لینا تم
اس کو جبر کہتے ہیں خوں بہا نہیں کہتے

بے تحاشہ اُسے سوچا جائے
زخم کو اور کریدا جائے

جانے والے کو چلے جانا ہے
پھر بھی رسماً ہی پکارا جائے

ہم نے مانا کہ کبھی پی ہی نہیں
پھر بھی خواہش کہ سنبھالا جائے

آج تنہا نہیں جاگا جاتا
رات کو ساتھ جگایا جائے

حرف لکھنا ہی نہیں کافی ہے
آؤ اب حرف مٹایا جائے

جس نے چہرے پھاڑ ڈالے خواب کے
خواب نے وہ درد پالے خواب کے

آئینہ در آئینہ ہے زندگی
بُن دیئے ہیں جس پہ جالے خواب کے

کھیلتے ہیں درد سے ہر ایک پل
سن رہا ہے کون نالے خواب کے

اس گھٹن سے کیوں نہ تو مرجائے دل
ہر مسامِ جاں پہ تالے خواب کے

ٹوٹ کے بکھرے ہیں آنسو کی طرح
کون دریا کو سنبھالے خواب کے

آگہی کے زرد چہروں کی قسم
نہ کوئی سانچوں کو ڈھالے خواب کے

جل رہے ہیں اک الاؤ کی طرح
فکر کے اطراف ہالے خواب کے

..........اس مختصر کتاب میں جو تنوع کا رُخ پیش کیا گیا ہے وہ کم کتابوں میں نظر آتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک باشعور شاعرہ ہیں اور ایک روحِ مضطرب بھی۔ ثروت زہرا نے اپنی ذات اور گرد و پیش کے علاوہ عالمی سطح پر جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور انہیں شدت سے محسوس کیا ہے۔ (اقتباس)

پروفیسر سحر انصاری

..........ثروت زہرا کی شاعری میں آج کے زمانے کی ایسی عورت کی جستجو کا سراغ ملتا ہے جو کھلونے دے کر بہلائی نہیں جا سکتی۔ اس کی شاعری میں ان گنت سوالات سر اٹھاتے ہیں۔ اس کی نظموں میں ایک تلاش ہے جو سچی اور کھری ہے۔

فہمیدہ ریاض

..........ثروت زہرا کی شاعری میں عہدِ حاضر کی ایک باشعور اور باخبر عورت کی باطنی ناآسودگی نمایاں ہے۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ انسان اور فطرت کے ابدی ملاپ کی متلاشی ہمارے اندر کی روح ہے۔ (اقتباس)

شاہدہ حسن

..........اُردو شاعری کے تسلسل میں ثروت زہرا کا یہ مجموعہ ساعتِ گُل کی نوید ہے۔ نظموں اور غزلوں کے اس مجموعہ میں انفرادیت ہے اپنا ایک انداز ہے۔ اس آواز کے پردے میں آگہی بھی ہے اور ذات کا شعور بھی اور ایک ایسا احساس حزن و ملال جو سچے عرفانِ ذات سے نمو پاتا ہے۔ نظم کا شعری پیکر اتنا مضبوط ہے کہ اسلوب اس کا تابع نظر آتا ہے۔ (اقتباس)

.............اس کتاب میں جبر گھٹن اور حبس پہ اظہار ہے۔ جس میں Marshal Arrangement نہیں اس کے باوجود بات پہنچتی ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ طریقہ زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ گھٹن اور حبس معاشرہ کی گھٹن ہے جس کا انھوں نے شاعرہ اور ڈاکٹر کی حیثیت سے نفسیاتی تجزیہ کیا ہے۔ ان کے لفظوں کی جو فزیالوجی ہے، جو لفظوں کا چناؤ ہے، امیجز بیان کرنے کا جو طریقہ ہے وہ نیا ہے غیر معمولی ہے اور Effective ہے۔ بعض جگہوں پر لفظوں کو اس طرح اچانک موڑ دیا جاتا ہے کہ معنوں میں حسن و وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ (گفتگو سے اقتباس)

ضیاء جالندھری

.............آزاد پاکستان میں پروان چڑھنے والی نسل کی معتبر اور نمائندہ شاعرہ ثروت زہرہ کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ ان کے شعری سفر کے آغاز ہی میں ان کے آنے والے درخشاں اور تابندہ مستقبل کی واضح اور بیّن نشانیاں ملتی رہتی ہیں۔ ثروت زہرا نے جذباتیت اور سطحیت سے بلند ہو کر اور شعری جمالیات کے تمام تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اپنے تخلیقی جوہر کا بہت قوت کے ساتھ اظہار ہے۔ ان کی شاعری میں موضوعات اور اسالیب کا ایسا تنوّع ہے جو دوسری جگہ بہت کم نظر آتا ہے۔ (اقتباس)

افتخار عارف

.............ثروت زہرا نے اپنی منفرد آواز سے چونکایا ہے۔ حیرت میں ڈالا ہے۔ بہت دنوں کے بعد ایسا مجموعہ سامنے آیا ہے جس کی شاعرہ بہت خالص قسم کی شاعرہ ہے۔ (اقتباس)

ڈاکٹر محمد علی صدیقی

.............اس معیار پر اُترنے والے شاعر کبھی کبھی اور کہیں کہیں پیدا ہوتے ہیں۔ میں اس آواز کا پرانا سامع اور شناسائی ہوں اور اس لہجے کی تاثیر و توانائی کا معترف ہوں۔ غزل کی لے میں کلاسیکل اسلوب اور تخلیقی فکر کے ساتھ نظموں کے سجاؤ میں موضوعات اور طرز بیان کی تازہ کاری نے اس آواز کو اپنے زمانے کی توانا اور سنجیدہ آواز سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ (اقتباس)

سرشار صدیقی